ٹیری ایگلٹن : مارکسی تنقید اور ادبی تھیوری کا بدلتا تناظر

Terry Eagleton: The Changing Perspective of Marxist Criticism and Literary Theory

منور حسین [i] ڈاکٹر محمد خاور نوازش [ii]

Abstract:

Terry Eagleton is a distinguished literary critic and a social intellectual of this age. He has a profound comprehension of Marxist Criticism. In this article, ideas of Terry Eagleton are analysed which are concerned to Marxist Criticism. Here, significance Marxist Criticism, its relation with society and literature, different objections on it and its profundity are examined with reference to Terry Eagleton's theory; to highlight crux of Terry Eagleton's ideology. The article aims to present distinctive aspects of literature regarding development of the theory, to analyse different concepts related to it and to highlight the role of society and life in literary writings at the present time in view of Marxist's principles.

Keywords: *Terry Eagleton, Marxism, Literary Criticism, Literary Theory, Society, Politics, Literature.*

ٹیری ایگلٹن اس دور کے ایک ممتاز ادبی نقاد اور سماجی دانش ور ہیں۔ وہ مارکسی تنقید کے بارے میں گہرا فہم رکھتے ہیں۔ اس مضمون میں ٹیری ایگلٹن کے نظریات کا تجزیہ کیا گیا ہے جو مارکسی تنقید سے متعلق ہیں۔ یہاں مارکسی تنقید کی اہمیت ، سماج اور ادب سے اس کا تعلق ، اس پر مختلف اعتراضات اور اس کا جائزہ ٹیری ایگلٹن کے نظریے کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ مضمون کا مقصد تھیوری کے حوالے سے ادب کے مخصوص پہلوؤں کو پیش کرنا ، اس سے متعلق مختلف تصورات کا تجزیہ کرنا اور مارکسی اصولوں کے پیش نظر موجودہ عہد میں ادبی تحریروں میں سماج اور زندگی کے کردار کو اجاگر کرنا ہے۔

کلیدی الفاظ: ٹیری ایگلٹن ، مارکسزم ، ادبی تنقید ، ادبی تھیوری ، سماج ، سیاست ، ادب۔

ادبی تھیوری نے دنیا کے مختلف خطوں میں علمی تنقیدی روایت میں نئے تناظرات شامل کرکے اس کے پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ادبی تھیوری کا آغاز اگرچہ یورپ سے ہوا لیکن جلد ہی یہ امریکہ اور معاصر دنیا میں پھیل گئی۔ ادبی تھیوری نے دنیا کے قدیم و جدید دبستانوں کو ایک نئے انداز سے مرتب کیا ہے۔ ادبی تھیوری کا ایک اہم تناظر مارکسی تنقید ہے۔ اس سفر کی ابتداء میں دو اہم ناقدین آلتھیوسے اور ماشیرے نے تنقیدی سطح پر مارکسیت کو معدومیت سے نکال کر جدلیاتی سطح پر پرکھا اور عام لوگوں کے لیے مارکسیت کے وہ معنی بدل دیے جو ہمیں مارکس کی تحریروں میں نظر آتے ہیں۔ ادبی تھیوری نے مارکسیت کے سفر کو ساختیات اور ردِ تشکیل کی سطح پر لیا ہے اور اس میں معنی کے نئے پہلو تلاش کیے ہیں۔ ادبی تھیوری وہ بڑا میدان ہے جس نے ساختیات ، مابعد ساختیات ، ردِ تشکیل ، مابعد جدیدیت ، تانیثیت ، تحلیلِ نفسی ،

---

[i] پی ایچ ڈی اسکالر ، شعبہ اُردو ، بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی ، ملتان
[ii] ایسوسی ایٹ پروفیسر ، شعبہ اُردو ، بہاءُ الدین زکریا یونی ورسٹی ملتان (Corresponding Author)

مظہریات اور سیاسی تنقید کو پنپنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ عالمی سطح پر بیسویں صدی کی ساٹھ اور ستر کی دہائیوں میں تنقیدی سطح پر جو بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں ان کا محرک ادبی تھوری کے سوا اور کوئی نہیں اور اس میں مارکسی تنقید کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

ادبی تھیوری کے سفر میں ایک اہم موڑ اس کا سیاسی ہونا ہے۔ تھیوری نے انسان دوستی اور آئیڈیلزم کے چیلنج کو قبول کیا اور ان کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس سطح پر سمجھا جانے لگا کہ جہاں ادبی تھیوری نے سماجی سطح پر جمہوریت، حکومتی اداروں اور حکومتی نظام کو بدلا ہے وہیں اس نے مارکیست کو بھی کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ آلتھیوسے نے نظریاتی سطح پر اس کے جواز اور اطلاق کو دریافت کیا ہے۔ دریدا نے معنی کے لامتناہی سلسلے کو اور لاکان نے شعور کی ساخت کو زبان کی ساخت کی طرح برتا ہے۔ ماشیرے نے دریافت کیا کہ مارکسیت کے اصول اور تقاضے کیا ہیں، مارکس کے افکار کی جو معنوی سطح آج تک دریافت کی گئی ہے، اس کے علاوہ بھی کارل مارکس کی تحریروں کے معنی اخذ کیے جا سکتے ہیں؟ اگر کیے جا سکتے ہیں تو کیا ان تحریروں میں یہ گنجائش موجود ہے، ادبی تھیوری میں اس نئی بحث کا آغاز مارکسی تنقید کے ضمن میں آتا ہے۔

مارکسی تنقید میں نئے سوالات تلاش کرنے کا آغاز آلتھیوسے سے ہوا۔ آلتھیوسے نے مارکسی تنقید کو بروئے کار لاتے ہوئے چند نئے سوالات اٹھائے ہیں۔ لوکاچ ادب کو آفاقی قدر کے طور پر برتتے ہیں یعنی کوئی ادب پارہ ایک سطح پر تخلیقی قوت کا حامل ہوتا ہے تو دوسری طرف وہ حقیقی زندگی کا عکاس ہوتا ہے۔

رولن بارتھ، ژاک دریدا اور لاکان نے مارکسی تنقید کی انقلابی سطح کو دریافت کیا۔ ادبی تھیوری میں مارکسی تنقید کے اس سفر کو امریکی نقاد فریڈرک جیمیسن اور برطانوی نقاد ٹیری ایگلٹن نے ادب اور فن کے حوالے سے اس کی نئی جہات کو دریافت کیا ہے۔ خاص طور پر ٹیری ایگلٹن نے مارکسی تنقید کے نظریے اور اطلاق کو آلتھیوسے اور لوکاچ سے مختلف اور بہتر انداز میں آگے بڑھایا ہے۔ ان کی درجنوں کتب میں مارکسیت اور مارکسی تنقید پر مختلف حوالوں سے بحث موجود ہے۔ انھوں نے بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں ادبی تھیوری میں مارکسی تنقید کی اہمیت کو اجاگر کیا اور اس کے تعلق کو ادب، سماج اور سیاست کے ساتھ جوڑ کر ایک اہم بحث کو جنم دیا۔ ٹیری ایگلٹن نے مارکسزم پر الگ سے کئی کتب تحریر کی ہیں جن میں "Why Marx Was Right" اور "Marxism and Literary Criticism" کو بہت پذیرائی ملی۔ وہ آج کے تنقیدی

منظر نامے پر سب سے اہم مارکسی نقاد سمجھے جاتے ہیں۔
وہاب اشرفی ٹیری ایگلٹن کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”ٹیری ایگلٹن مارکسی تنقید کا ایک اہم علمبردار سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بنیادی تصورات میں ایک تصور یہ ہے کہ ادب محض حسن اور روحانی کیف سے عبارت نہیں بلکہ اس کا تعلق سماج اور سماج کے مطالبات سے بھی ہے۔ ایک سوال اس سے یہ کیا گیا کہ ادب کا سوسائٹی میں کیا رول ہے؟ اس کا سیدھا سادہ جواب ہے کہ مذہب کی طرح ہی ادب کا کام سماجی تشکیلات کی تعبیر و تشریح ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ۱۸۸۰ء کے بعد جن مارکسی نقادوں نے ادب میں اپنا لوہا منوایا اس میں ایگلٹن سر فہرست رہے۔“[1]

ٹیری ایگلٹن نے اپنی کتب میں ذاتی سطح پر مارکس اور اس کے افکار سے متاثر ہونے کے حوالے سے واضح طور پر لکھا ہے۔ انھوں نے اپنی یادداشتوں ”The Gate Keeper“ میں بھی مارکس کے نظریات سے متاثر ہو کر لکھا کہ:

"My own personal proposal for furthering the cause of socialism would be to abolish sport. Few more crafty ways of deflecting the populace from political action have been dreamt up. If capitalism destroys human community and solidarity, it provides some powerful substitutes for them on the soccer field. If it eradicates history and tradition, it restores them in the mighty annals of sporting achievement. A society bereft of symbolism can brandish its emblems at Wembley or Old Trafford, or even dress up in them in carnivalesque style. Sport is where ordinary people can feel a corporate existence denied to them elsewhere, as well as practicing a remarkable expertise to make up for other sorts of deprivation. Like politics, it has its pantheon of legendary heroes, and combines macho drives with aesthetic subtleties."[2]

کسی بھی سماج میں ادب اس معاشرے کی اقدار پر سوال اٹھاتا ہے۔ اس طرح ہر معاشرے میں ادب کی ماہیت، ادب کی وابستگی اور خود مختاری کے حوالے سے سوالات اٹھتے ہیں۔ ادبی تھیوری کا سیاسی کام یہ

بتاتا ہے کہ ادب کیا ہے، اس کی مزاحمت اور سیاسی سطح کیا ہے۔ بیسویں صدی کے اختتام پر ادبی تھیوری نے درج ذیل سوالات اٹھائے، صحیح ادب کیا ہے؟ ادب کی اہمیت بطور متن کیا ہے؟ آئیڈیالوجی کیا ہے؟ کیا ایک متن کو دوسرے متن پر اہمیت حاصل ہے؟ کیا ادب کے کوئی بنیادی عناصر بھی ہیں؟ ادب صدیوں سے پسماندہ اور جبر کے شکار لوگوں کو نظریہ سازی میں مدد فراہم کر رہا ہے؟ ادب خود کوئی مہابیانیہ نہیں ہے نہ ہی میٹا تھیوری ہے۔ ہر متن ایک سیاسی متن ہے۔ ہر معاشرے میں غالب اور مغلوب دو طبقے ہوتے ہیں جن کے درمیان اقتدار کی لڑائی ہر وقت جاری رہتی ہے اور تلاش کیا جاتا ہے کہ تخلیق کار کا کون سا تجربہ اور ذیلی متن سیاسی طور پر درست ہے۔ ادب میں آئیڈیالوجی یعنی نظریہ کی خاص اہمیت ہے۔ آئیڈیالوجی ادب اور ادیب کے لیے راستہ متعین کرتی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر محمد خاور نوازش لکھتے ہیں:

> ''آئیڈیالوجی اپنی نوعیت کے اعتبار سے اس وقت تک کسی بھی فرد کے لیے ایک قوت اور طاقت کا منبع ہوتی ہے جب تک کہ اس میں ارتقا پذیری کے لیے ایک لچک موجود رہتی ہے لیکن اگر یہی آئیڈیالوجی ایک عقیدے کا روپ دھار لے تو انحطاط پذیری کی طرف بھی لے جا سکتی ہے کیوں کہ عقیدے کے فلسفے میں عقل کو کوئی دخل نہیں اور اس کا تانا بانا عقلی بنیادوں پر تیار نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس ایک نظریے کی تعمیر و تشکیل میں عقل کو بھی اتنی ہی اہمیت حاصل ہے جتنی جذبات و احساسات کو بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ جذبات کی دنیا بھی کسی نظریۂ حیات کے تحت پروان چڑھتی ہے تو بے جا نہ ہو گا۔ سو ایک ادیب کی، جو زندگی کے مختلف جذبات کا ہی اظہار کرتا ہے، نظریاتی وابستگی کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ یقینی طور پر وہ کسی نظریۂ زندگی کا حامل ہوتا ہے جس کے آئینے میں مشترکہ سماجی مفادات کا عکس باآسانی دیکھا جا سکتا ہے۔''[۳]

ادب میں نظریہ کے مسئلہ کو مزید واضح کرتے ہوئے دیویندر ایسر لکھتے ہیں:

> ''مسئلہ یہ نہیں کہ ادب میں نظریہ نہیں ہوتا یا نہیں ہونا چاہیے بلکہ مسئلہ ادب کی کسی واحد مخصوص نظریے کے تحت تفہیم کرکے اسے اعلیٰ یا ادنیٰ (درحقیقت سماجی طور پر مفید یا مضر) قرار دینے کا ہے۔ مسئلہ یہ نہیں کہ سیاست، دلت چیتنا یا جنسی جبر ادب کا موضوع نہیں بن سکتے بلکہ یہ ہے کہ سماجی نظریاتی تنقید میں فرد اور سماج، فن اور سیاست، اقدار اور

اقتدار کی حدیں ختم ہو جاتی ہیں جس کے باعث انجام کار تشدد اور آمریت کی راہیں صاف ہو جاتی ہیں۔"[۴]

ٹیری ایگلٹن نے آئیڈیالوجی کو مختصر طور پر یوں بیان کیا ہے:

"آئیڈیالوجی اس لیے موجود ہے کہ ہم خود کو ضروری محسوس کریں جبکہ دوسری طرف فلسفہ ہمیں یاد دلانے کے لیے ہے کہ ہم نہیں ہیں۔ دنیا کو درست طور پر دیکھنا اسے اس کے اتفاقیہ ہونے کی روشنی میں دیکھنا ہے اور اس کا مطلب اسے اس کے اپنے عدم کے تناظر میں دیکھنا ہے۔"[۵]

ادبی تھیوری میں متن اور ساخت شکنی کو سیاسی طور پر نئی تنقید کے قریب سمجھا گیا۔ زبان، ساخت، معاشرتی اقدار کے مراکز، قوم، ذات، مذہب، نسل، جنس، جدوجہد، آمریت، استحصال اور تشدد نے سیاست کا ایک رنگ اختیار کیا اور اس سفر کو ادبی تھیوری میں مارکسیت کے دبستان کے نام سے تنقیدی سطح پر پیش کیا۔ متن اور آئیڈیالوجی کو واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر ناصر عباس نیر لکھتے ہیں:

"ٹیری ایگلٹن کی تھیوری میں تین لفظ کلیدی ہیں اور انھی کے باہمی ارتباط اور تفاعل سے اس کی فکر منضبط شکل اختیار کرتی ہے۔ وہ لفظ ہیں: متن، آئیڈیالوجی اور تاریخ۔ بلاشبہ یہ تینوں مارکسی فکر کے بنیادی اجزاء ہیں مگر اصل سوال ان کے مابین رشتے اور تفاعل کا ہے۔ ٹیری ایگلٹن کی نظر میں متن اور آئیڈیالوجی کا رشتہ حقیقت اور اس کی تخیلی تشکیل کا نہیں۔ دوسرے لفظوں میں وہ متن کی آئیڈیالوجی اور متن سے باہر آئیڈیالوجی میں فرق کرتا ہے۔ یہ فرق دراصل ٹیری ایگلٹن کی فکر کا سب سے اہم نقطہ ہے۔ دیگر مارکسیوں کی مانند اس کا بھی خیال ہے کہ متن کی آئیڈیالوجی نہ آزاد اور خود کفیل ہے اور نہ تنہا متن کے اندر ہی اپنی معنویت اور جواز رکھتی ہے۔"[۶]

مارکسی تنقید کی بنیاد مارکس کے ان افکار پر ہے جو ادب، زندگی اور سماج کے تعلق کو ظاہر کرتے ہیں اور اس میں سے متن کی تعبیر کے امکان تلاش کرتے ہیں۔ سجاد ظہیر مارکس کی آئیڈیالوجی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"مارکس کا یہ نظریہ کہ انسانوں کا شعور یعنی ان کی سمجھ، ان کے تصورات، خیالات، عقائد

وغیرہ دراصل انسانوں کے مادی حالاتِ زندگی کا نتیجہ ہوتے ہیں، بہت بڑی انقلابی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر ہم لامحالہ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مادی حالاتِ زندگی کے تبدیل ہو جانے سے انسانوں کے ذہنی حالات میں بھی یعنی ان کے شعور، خیالات، عقائد و تصورات میں تبدیلی ہوتی ہے۔ اس سے پھر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سماج میں بنیادی انقلابی تبدیلی کسی بھی بڑے آدمی یا پیشوا یا کسی بڑی روحانی تحریک کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ خیالات، عقائد بڑے آدمی کی جاری کی ہوئی سیاسی اور روحانی تحریکیں مادی زندگی میں تبدیلی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔''[۷]

کوئی بھی سماج مختلف طبقوں میں بٹا ہوتا ہے اور ان طبقات میں تضاد اور ٹکراؤ پایا جاتا ہے۔ مارکسی تنقید کے اسی پہلو کے حوالے سے محمد حسن مارکس کے طبقہ دار تصور اور ادیب کے رویے کے حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

''دراصل مارکس کا کارنامہ اسی طبقہ داری تصور میں مضمر ہے۔ مارکس کے نزدیک انسان سماج کی سبھی سرگرمیوں کی نوعیت طبقہ وارانہ ہے اور ادب بھی اس تقسیم سے بچ نہیں سکتا۔ ادب چاہے یا نہ چاہے، وہ جانے انجانے اپنے دور کے طبقہ وارانہ ٹکراؤ میں کسی نہ کسی طبقے کی حمایت یا مخالفت کا رخ اختیار کرتا رہتا ہے۔ اب اگر کوئی نقاد اس طبقہ وارانہ وفاداری کا ثبوت میکانکی ڈھنگ سے ڈھونڈنا شروع کرے تو مارکس کے اس نظریے کو مسخ کرکے ہنگامی سیاست میں کسی ادیب کی وفاداریوں کی بنیاد پر اس کے ہدف پر فیصلہ صادر کر سکتا ہے لیکن مارکس کا نقطہ نظر ایسا میکانکی نہیں تھا بلکہ اس کے پیش نظر کسی مخصوص صورتحال میں ادیب کا مجموعی رویہ تھا۔''[۸]

ژاک دریدا نے ردِ تشکیل کے ذریعے بائنری اپوزیشن کو ذریعہ بنا کر کلاسیکی ساختیات کو مخصوص نظریے کے طور پر دیکھا۔ ردِ تشکیل یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ یہ مخالفتیں کس طرح اپنے آپ کو اولین مقام پر منظّم رکھتی ہیں۔ ادبی تھیوری تحریک کے اندر مختلف نظاموں اور منطقوں کو معنی سے باہر نکالنے کے حوالے سے بحث کرتی ہے۔ دریدا نے اس کو معنی کا پھیلاؤ قرار دیا ہے۔ رولن بارتھ نے ادبی تھیوری کو فکری رویہ قرار دیا اور اسے حقیقت پسندانہ ادب کہا جو اپنے نشان ہونے کے درجے کو متاثر کرتا

ہے۔ جدیدیت کی تحریک نے ساختیات اور ساختیاتی تنقید کو پیدا کیا۔ مابعد ساختیات میں تنقید اور تخلیق کے درمیان کوئی واضح تقسیم نظر نہیں آتی، دونوں کو لکھت تصور کیا جاتا ہے۔

احمد سہیل، ٹیری ایگلٹن، مارکسی تنقید اور متن میں معنی کی تلاش کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''ایگلٹن مارکسی تنقید کے متن میں سے وہ معنویت تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جس کی توقع نہیں کی جا رہی ہوتی لیکن انھیں اس بات کا بھی احساس ہے مارکسی تنقید متن کی تشریح اس طور پر کرتی ہے جس کا اصل متن سے تعلق نہیں ہوتا اور اصل معروض ابھر کر سامنے نہیں آتا۔ متن میں جمالیاتی رنگ کے بارے میں تذبذب کا شکار ہیں کیوں کہ جمالیاتی رنگ عموماً معروضیت کی نفی کرتا ہے کیوں کہ جمالیات کی روایت اقدار کی ہیئت سے جڑی ہوتی ہے لیکن ایگلٹن ہیئت کی جس قدر کو پا لینے کی کوشش کرتے ہیں وہ ان کی تنقید میں دراڑیں پیدا کر دیتی ہے اور یہی فکری اور تنقیدی صورتحال تقریباً مارکسی فکر میں نظر آتی ہے۔''[۹]

۱۸۶۸ء میں فرانس میں طلباء تحریک نے پورے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جس کے شدید اثرات مرتب ہوئے۔ فرانس کے تعلیمی اداروں اور سرمایہ داریت کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ پولیس اور فوج نے طالب علموں سے سڑکوں پر خونی لڑائی لڑی جو مزدور طبقہ کے لیے جدوجہد کر رہے تھے۔ اس وقت ان کے پاس درست سیاسی قیادت نہیں تھی جس کی وجہ سے وہ سوشلزم کی طرف راغب ہوئے۔ بہت سے طلباء کو جیل جانا پڑا۔ سٹالن کے حامیوں نے انھیں دھوکہ دیا اور محنت کش طلباء کی یہ تحریک طاقت حاصل نہ کر سکی لیکن اس تباہی اور انتشار سے مابعد ساختیات نے جنم لیا۔ مابعد ساختیات نے زبان کی ساختوں کو توڑنے کی کوشش کی۔ اس وقت سٹالن کے حامی مارکسیت کے ایک مسئلہ کے طور پر بے نقاب ہو گئے۔ وہ تھیوری جو یورپ میں ماضی کا حصہ بن گئی تھی اب مقامی طاقت حاصل کر رہی تھی۔ سٹالن کے حامی سیاستدان جنھوں نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا وہ ساز باز کر رہے تھے اور آخر کار گوئٹے مالا میں لڑائی نے اس منظر کو بدل دیا۔ مارکسی تنقید میں اس مقام پر سیاست اور تنقید کی صورتحال پر ٹیری ایگلٹن، لوکاچ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''اس سے لوکاچ کیا چاہتا ہے، یہی کہ جدید زمانہ کو اب انیسویں صدی سے آگے نکل آنا

چاہیے۔ ہمیں تنقیدی حقیقت نگاری کی عظیم روایت سے مربوط ہو کر آگے بڑھنا چاہیے۔ مصنف اگر براہِ راست اشتراکی نہ بھی ہوں تو ان سے توقع کرنا چاہیے کہ وہ اشتراکیت کا جائزہ لیں اور اسے اپنے ہاتھوں ہی میں رد نہ کر دیں۔"[۱۰]

ساختیات کے اصول بنانے والے اس کے حامل تھے یا نہیں، یہ سب وہ نہیں تھا لیکن یہ شروعات بائیں بازو کے تعلیمی اجتماعوں میں فیشن بن گئی۔ سچ اور اصل جیسے الفاظ کو ایک عرصے تک مابعد الطبیعات کے طور پر پکارا جاتا رہا۔ وہ حقیقت کو ایسے نہیں دیکھ رہے تھے جیسے وہ تھی۔ آج بھی ایسے فلسفوں کے درمیان ایک ٹکراؤ موجود ہے۔ ایسے سائنسدان مابعد ساختیات کا مذاق اڑاتے ہیں اور اثباتیت کے حامل ہیں۔ انیسویں صدی کے کچھ بنیادی عقیدوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ محض ماورائی تھے۔ ہم جو اپنے ہی کلامیہ کے قیدی ہیں، ایسے سچے دعووں کی طرف پیش قدمی نہیں کر سکتے کیوں کہ یہ محض ہماری زبان سے متعلق ہیں۔ اس ضمن میں بنیادی بحث کا آغاز فرینکفرٹ سکول سے ہوا جس کے حوالے سے ٹیری ایگلٹن لکھتے ہیں:

"مغربی مارکسزم کی کلچر کی جانب منتقلی نے جزوی طور پر سیاسی ناتوانی اور طلسم ربائی سے جنم لیا تھا۔ سرمایہ دارانہ نظام اور سٹالن ازم کے مابین پھنسے فرینکفرٹ سکول جیسے گروپ ثقافتی اور فلسفیانہ سوالات اٹھا کر اپنی سیاسی بے گھری کا ازالہ کر سکتے تھے۔ سیاسی طور پر تنہا کر دیے جانے والے یہ گروپ اپنے خوف ناک ثقافتی ذرائع کو استعمال میں لا کر ایسے سرمایہ دارانہ نظام سے ٹکر لے سکتے تھے جس میں کلچر کا کردار زیادہ سے زیادہ اہم ہوتا جا رہا تھا۔ اس طرح وہ خود کو ایک بار پھر سیاسی طور پر متعلق ثابت کر سکتے تھے۔ اس عمل میں فکر کی اس روایت کو تقویت دے کر وہ وحشیانہ فلسطی کمیونسٹ دنیا سے کنارہ کشی کر سکتے تھے جسے کمیونزم نے بہلا رکھا تھا۔"[۱۱]

یالی سے تعلق رکھنے والے پال ڈی مین، جے ہسلر ملر، ہارلڈ بلوم کی زبان ادبی زبان ہے جو مستقل طور پر ایسے معنی کو کمزور کرتی ہے۔ فلسفہ، قانون اور سیاسی تھیوری اس کو بروئے کار لاتے ہیں۔ یالی کے ناقدین کی متنی پیچیدگیاں نئی تنقید کے برعکس شاعرانہ رویوں سے مختلف ہیں۔ ادبی تنقید اب تک ستم ظریفانہ کاروبار بن چکی ہے جو سچ کو فریب دیتی ہے اور کلامیہ کو چالاکی سے معنی کے فریب میں مبتلا کرتی ہے۔ نئی تنقید نے نعرہ لگایا کہ متن کو دوبارہ پیدا کیا جا سکتا ہے جب تنقید دنیا سے بدلہ لینے پہنچتی ہے اور معنی

کے خالی پن سے ٹکراتی ہے، ابتدائی تجربے میں اس تھیوری کو برتا گیا اور دنیا کا نقطہ نظر یکسر بدل گیا۔ اس کی مثال یورپ میں دیکھیں تو ساٹھ کی دہائی میں مسیحوں کے اتوار کے تہواروں کی خوشی ماند پڑ گئی۔ اس سے سرمایہ داریت کو جھٹکا لگا۔ فرانسیسی ماؤازم عسکری نظام سے بھر گیا اور کمیونزم کے مخالف پیدا ہو گئے۔ فرانس میں ایرانی ملائیت کے اثرات گہرے ہوتے گئے جس نے مابعد ساختیات کو متاثر کیا۔ ردِ تشکیل نے امریکی ادارہ جاتی نظام پر قابض ہو کر ان کے معاشی اور اقتصادی مفادات کی آبیاری کی۔ سیاسی نظام کے ڈھانچے اور سماجی اداروں کی طاقت کو برقرار رکھنے کے لیے معنیات کی مستحکم سچائیوں اور تاریخی تسلسل سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح سماج میں عورتوں کی تحریک خود کو کئی شعبوں کے ساتھ منسلک کرنے سے انکاری رہی۔ سماج کی سطح پر اس اقتداری ضرورت کی وجہ سے تانیثیت کی تحریک کو نقصان اٹھانا پڑا۔ ادبی تھیوری کے سفر میں آگے بڑھیں تو جس طرح مارکس ہماری محنت کی ضرورت کے سبب کو سماجی تعلقات، سماجی گروہوں اور سیاست کی اقسام کو اس تناظر میں دیکھتا ہے جو خاص طور پر صرف ورثا سے ملی ہے تو اسی طرح فرائیڈ نے اس کے اطلاق کو جسمانی سطح پر دیکھا ہے۔ اس تضاد کی بنا پر ہم وہ بن جاتے ہیں جو عناصر کے بھاری دباؤ کا حاصل ہیں۔ ہم اس سے آگاہ نہیں ہیں بلکہ مارکس کے نزدیک مرد اور عورتیں اس سماجی عمل سے عمومی طور پر آگاہ ہوتے ہیں جو ان کی زندگیوں کو متعین کرتا ہے۔

انسان نے ارتقاء کے سفر میں اپنی خوراک کا انحصار والدین پر رکھا۔ فرائیڈ نے اس کی شعوری وجوہات تلاش کیں اور جبلت کی سطح پر اس کے اطمینان کو دریافت کیا۔ ایک چھوٹے بچے کا خوراک کے لیے اپنی ماں کے دودھ پر انحصار فرائیڈ کے نزدیک جنسیات کا پہلا ظہور ہے جو بالغ عمر میں اوڈیپس کمپلیکس کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس عمل کو فرائیڈ نے تحلیلِ نفسی کے ذریعے سمجھایا ہے۔ لاکان نے فرائیڈ کے کام پر کام کرتے ہوئے اسے شعور کی زبان کے طور پر دریافت کیا اور ثابت کیا کہ زبان مابعد ساختیاتی سطح پر اشاروں کی ترتیب کو کم مانتی ہے اور سگنیفائر کی یہ تمام کڑیاں کثیر المعنیات سے جڑتی ہیں۔ آلتھیوسے نے لاکان کی تحلیلِ نفسی کو تھیوری کی بنیاد بنایا اور معاشرے میں غالب طبقے کو ایک اہم معنی کے طور پر دیکھا۔ آلتھیوسے نے ساختیاتی مارکسی نقطہ نظر کو اپناتے ہوئے ان طریقوں اور اثرات کو دیکھا جو ایک فردِ واحد میں ہوتے ہیں لیکن وہ سماج کی پیداوار نہیں ہوتے۔ آلتھیوسے نے سوال اٹھایا کہ وہ کیا ہے جو آپ کو تجربہ کرنے

کی اجازت دیتا ہے۔ وہ کون سے تصورات ہیں جن سے کوئی حتمی نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ لاکان کے تصور کو آلتھیوسے نے پھر سے سوچا۔ اس حوالے سے ٹیری ایگلٹن لکھتے ہیں:

> "مجموعی طور پر سماج سے تعلق آلتھیوسے کے نظریے میں چھوٹے بچے کے اپنے ہی آئینی عکس جیسا ہے جو لاکان نے پیش کیا۔ ان دونوں معاملوں میں انسانی موضوع کو خود کا ایک متحد عکس ملتا ہے جو جسم کو شناخت کرنے میں اس عکس کو قریب سے واپس نرگسی دائرے میں منعکس کرتا ہے۔"[۱۲]

ادبی تھیوری نے ان مہابیانیوں کو ادبی متن کے طور پر دوبارہ دہرایا ہے تاکہ ان کے خالص پن، ہم آہنگی اور مربوطیت کو جانچا جائے۔ بہت سے ادبی نظریے ادبی کام کو محض حقیقت کے بیان اور عکس کے طور پر دیکھتے ہیں جیسے ہارلڈ بلوم کی تھیوری ایک جذباتی نافرمانی کی واپسی کو ظاہر کرتی ہے۔ ریمنڈ ولیمز نے سماجی بنیاد پرستی اور فطرتی ناٹک کے درمیان دلچسپ تضاد کو ابھارا اور کھیل کی ہیئت، تنقید اور بغاوت پر بحث کی اور سماج کی تبدیلی کو دریافت کیا۔ خود حفاظتی جو دنیا کے غور و فکر سے جھانکتی ہے، اس ضمن میں برنارڈ شا اور برتولت بریخت کا موازنہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ تانیثیت کے میدان میں جولیا کرسٹیوا کے کام میں سیاسیت اور تحلیلِ نفسی کے نظریات مارکسی دائرہ کار کو نئے امکانات دیتے ہیں جن کو بنیاد بنا کر لاکان نے اپنے کام کو آگے بڑھایا۔ کرسٹیوا نے زبان کو علامت کے طور پر برتا اور مردانہ سماج میں عورت کے کردار پر روشنی ڈالی۔ وہ دنیا جو مردوں کی ہے اور جس میں معنی متعین ہیں، عورت کس طرح اپنی نمائندگی اس مردانہ سماج کے اندر اور باہر کرتی ہے۔

جدید ادبی تھیوری اس سیاسی اور نظریاتی تاریخ کو بیان کرتی ہے جو ہمارے عہد کا حصہ ہے۔ ادبی تھیوری انسانی معنی، قدر، احساس اور تجربے سے متعلق ہے جو گہرے اعتماد اور سماجی انسانی معاشرے میں فرد کی فطرت سے متعلق ہے۔ ادبی تھیوری سیاسی سطح پر بے گانگی، سائنسی سچائیوں اور ان امکانات کی وضاحت کرتی ہے جو لوگوں کے ایک خاص طبقے یا گروہ کی دلچسپی کا حامل ہوتی ہیں۔ ادبی تھیوری شدت پسند ہے۔ یہ سماج کے ٹکراؤ اور تاریخی حقائق کے ناختم ہونے والے انکار کو دکھاتی ہے۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو ادب کو اپنی حقیقی زندگی میں شامل کرتے ہیں۔ ادبی تھیوری فراریت کو دغا دے رہی ہے۔ انفرادیت اور جنسیت

اس کی جمالیات ہیں۔ یہ غیر سیاسی زبان کو ادبی متن کی تلاش میں فطری سمجھتی ہے۔

ادبی تھیوری نے ادبی کام کو طبقاتی جد و جہد سے منسلک کیا اور اس طریقہ کو تاریخ، لسانیات اور عمرانیات پر بھی لاگو کیا۔ سماجی دائرہ کار میں فرد کی یکتائیت کا تعلق ادب سے کٹارہ گیا ہے۔ انسانی حالتوں کی نہ ختم ہونے والی سچائیوں، سرمایہ دارانہ نظام کا احترام، متون طبقہ کی طرف ایک مکاری رہی ہے۔ سرمایہ دارانہ ریاستیں اپنے تعلیمی شعبوں میں مسلسل امداد دیتی ہیں اور بحران پیدا ہو تو یہ سرمایہ دارنہ ادارے وظیفہ بھی پیش کرتے ہیں۔ آزاد خیالی اور سرمایہ داری کے حوالے سے ٹیری ایگلٹن لکھتے ہیں:

> ''بورژوا سماج میں انتہائی منفرد فرد اس وقت اہم ہوتا ہے جب وہ سرمایہ دار کا دفاع کرتا ہے یا کاروباری جمع خرچ کرنے والے کا منافع بنانے کے لیے معاون ثابت ہوتا ہے جبکہ عورت یا مرد کو کام سے ہٹا دیا جائے تو مرد کو ہر حال میں پسند کا حق حاصل ہونا چاہیے تاوقتیکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حق جو اپنے بچے کے لیے انتہائی مہنگی تعلیم ہو اور دوسروں کے بچے معیاری کھانا تک نہ کھا سکیں اور خواتین کے حقوق کہ وہ فیصلہ کر سکیں کہ انھوں نے بچے پیدا کرنے ہیں یا نہیں۔''[۱۳]

ادبی تھیوری کلامیہ کا جائزہ لیتی ہے اور اسے محفوظ کرتی ہے۔ یہ کوئی مفروضہ نہیں ہے بلکہ سگنی فائر کا ایک جال ہے۔ ادب میں ایک بڑی سطح پر مارکسی نظریات موجود ہیں۔ ادبی تھیوری نے مارکسی نظریات کو ادب اور زبان کے حوالے سے لیا ہے۔ اس کے سفر کو ادبی معیار اور جانچ کی سطح پر دیکھا ہے۔ ادبی تھیوری مارکسی نظریات کا پرچار نہیں کرتی، نہ ان کے نظریات کو سماج میں دیکھتی ہے بلکہ تھیوری اس نقطے کو دریافت کرتی ہے کہ یہ کس حد تک سماج کی حتمی سطح پر پھیل چکی ہے۔ ادب، سماج اور تبدیلی کے حوالے سے ادبی تھیوری کے نقطہ نظر کو ٹیری ایگلٹن نے یوں بیان کیا ہے:

> ''آزاد انسان پرستی کا تعلق ادب کے ساتھ وابستہ ہے اور ادب تبدیلی پیدا کر سکتا ہے۔ یہ کمزور اس لیے ہے کہ عمومی طور پر اس تبادلہ ہونے والی طاقت کا بہت زیادہ اندازہ لگاتا ہے اور کسی اور سماجی پس منظر کے متعین کرنے سے اسے علیحدگی میں سمجھتا ہے اور تشکیل کر سکتا ہے اور بہتر شخص اور بہتر معاشرے سے مراد محض تنگ اور تجریدی صورت ہے۔''[۱۴]

فرد معاشرے کی اقدار سے تعلق رکھتا ہے اور سیاسی توجیہہ اخلاقی طور پر پہلے سے موجود سوچوں کی دوسری صورت نہیں ہے۔ کیا ادب کا معاشرے میں کردار وہی ہے جو بالوں کو رنگنے والے اور کاغذ کو پکڑنے والے ابھارتے ہیں تاکہ رومانوی مخالف تھیوری سرمایہ داریت کا استعمال کرتے ہوئے جمالیات اور فن کو خوبصورت شکل میں پیش کرکے ایک معاشرے کو صارفیت کے راستے پر دھکیل دے۔ سرمایہ داریت نے سماج کو ثقافتی عملیات کے درمیان میں جکڑ لیا اور مرد عورتوں کو یقین دلایا کہ ثقافت ہی وہ چیز ہے جو ان کے زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے۔ ادبی تھیوری ثقافت کی وحشت کا احاطہ کرتی ہے۔ اس ضمن میں ٹیری ایگلٹن لکھتے ہیں:

> ”مارکس نے ہمیں یاد دلایا کہ ثقافت کے لیے کوئی وقت نہیں ہوتا۔ کچھ زمان و مکان ایسے آجاتے ہیں جو اس کو موزوں بنادیتے ہیں۔ پھر اس حوالے سے متحرک ہوتے ہیں جو کہ خود بجائے اس سے اہمیت کی سطح تک پس پردہ ہوتی ہے۔ ان اقوام نے کہ جنھوں نے سامراجیت سے آزادی کی جدوجہد کی اس کے بے معنی دور میں سامراج صرف سستی محنت کی طاقت کا استعمال نہیں کرتا بلکہ تمام مال اور آسانی سے حاصل ہونے والی منڈی کا بھی۔“[۱۵]

ثقافتی میدان اور ثقافتی صنعت کے ساتھ مزدور طبقے کی جدوجہد کے بارے میں ادبی آوازیں اک عرصے سے توجہ حاصل کر رہی ہیں۔ یہ آوازیں اب بہت واضح ہو چکی ہیں اور اس سمت اشارہ کر رہی ہیں جس نے اپنا رشتہ ان طاقت وروں سے جوڑ لیا ہے جو ادب کی پیداوار ہیں۔ ادبی تھیوری ادب کی ان تاریخوں کے حوالے سے سوالات اٹھاتی ہے جو حکمرانوں نے ادبی اداروں سے جوڑ توڑ کرکے لکھی ہیں۔ ادبی تھیوری کا مارکسی تناظر سماج اور ادبی متون کو سماج کی حالت اور تعصّبات کو پیش کرتے ہوئے ان کی تنقید کا محاکمہ کرتا ہے۔

ستر کی دہائی میں مارکسی تھیوری نے تانیثی ساختیاتی نظریے کے ساتھ مل کر سیاسی زندگی کی صورت کو مرتب کیا۔ اس کا جھکاؤ ان نظریات کی طرف رہا جو باغیانہ تھے۔ وہاں سے ایک اور امید جھلکتی تھی کہ ٹکڑوں میں بٹا ادب متحد ہو کر دنیا کی آواز بنے گا۔ اس وقت کی مارکسی تھیوری کے حوالے سے ٹیری

ایگلٹن لکھتے ہیں:

"۱۸۷۰ء کے قریب مارکسی تنقید تیزی سے عالمی سرمایہ دارانہ نظام کی حمایت کی طرف راغب تھی۔ اس کے پیچھے معاشی دیوار جو کہ ۱۸۷۰ء کے ابتدائی تیل کے بحران سے متعلق تھی۔ تیسری دنیا کی انقلابی عوام جو کہ جوش اور جذبے سے لڑ رہی تھی انھوں نے اپنے گھروں سے مزدور تحریک پر زہریلے حملے کیے۔ بائیں بازو کی قوتوں پر روشن خیالی اور آزاد خیالی کے خیالات کو ثقافتی نظریے سے ناراض ہو کر رولن بارتھ، مشعل فوکو اور آلتھیو سے نے بنایا۔"[۱۶]

مارکسی تنقید نے ادب اور اس کے فن کو ایک ترتیب دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس ضمن میں خالد محمود خان لکھتے ہیں:

"مارکسی فلسفے کے نتائج اور تخلیقی عمل کا رد فن، موضوع، اسلوب اور ہیئت کو تشکیل کرتا ہے۔ اس کے اندر تشریح ہے، تجدید نہیں ہے۔ مارکسی تنقید ان عظیم ارفع و اعلیٰ آدرشوں کی اثر پذیری کو تخلیق میں تلاش اور مقدار کرتی ہے۔ دنیا میں بہت سے فلسفی اور نقاد اس اندازِ فکر سے اختلاف بھی کرتے ہیں۔ اس میں اپنی نظر سے تنازعات کا تجسّس کرتے ہیں اور پیش کرتے ہیں۔ انسانی حیات کی بہتری ایک ایسا معیار ہے جس کی بنیاد پر تضادات اور تنازعات کی تشریح کی جا سکتی ہے۔ مارکسی تنقید تخلیقی فن کاری پر ایسے ہی اصولوں کی اثر انگیزی کا عمل ہے۔"[۱۷]

ادبی تھیوری میں مارکسی تنقید کا تعلق بیسویں صدی کی ساتویں دہائی سے بہت گہرا ہے۔ اسی دہائی سے اس نے ایک نئے سفر کا آغاز کیا جس کو اہم ناقدین نے ایک واقعہ قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں رولن بارتھ، ژاک دریدا کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Back in 1871, at the beginning of theory, Barthes declared that the text cannot stop, a phrase that for many announced the endless of unbounded play of meaning; however by the end of theory it seems as if responsibility cannot stop. This logic or illogic is pushed to its hyperbolic extreme when Derrida in 1882 remarks that "by preferring my work... as a ... philosopher ... I am sacrificing and betraying at every moment all my other obligations:

my obligations to other others... the billions of fellows, my fellows who are dying of starvation and disease."[18]

۱۸۷۰ء کے بعد مارکسی تنقید، تھیوری کی سطح پر دھندلانے لگی۔ اس نے عالمی سرمایہ دارانہ بحران پر بحث کی اور مارکسیت کے حوالے سے بہت سے نئے پہلوؤں کو آشکار کیا۔ یہ ماحولیاتی اور نسل پرستی کی تحریکوں کے ساتھ جڑی۔ ۸۰ء کی دہائی میں فوکو نے مارکس کے سیاسی نظریات کو پرکھا اور لاکان کے ساتھ دوبارہ اسے تھیوری کے سفر میں شامل کیا۔ پال ڈی مین نے بدلتی سیاسی صورتحال کو مارکسی تناظر سے ہم آہنگ کر کے دیکھا۔ روس میں ساختیات کی سطح پر باختن نے اس کو متن کی ایک نئی صورت میں دریافت کیا۔ تھیوری کا سیاسی پہلو مابعد ساختیات سے نوتاریخیت، مابعد جدیدیت کے درمیان میں داخل ہو کر اپنی نئی شکل میں نئے امکانات کو تلاش کر رہا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ وہاب اشرفی، ''ٹیری ایگلٹن: مابعد جدیدیت اور مارکسزم''، مشمولہ: مارکسیت اور ادبی تنقید، مترجمہ: ڈاکٹر رغبت شمیم ملک (لاہور: کتاب محل، ۲۰۱۷ء)، ۸۳۔

2. Terry Eagleton, *The Gate keeper: A memoir* (New York: St. Martin's Press, 2001),83.

۳۔ محمد خاور نوازش، ''ادب، زندگی اور سیاست''، مشمولہ: ادب، زندگی اور سیاست، مرتبہ: محمد خاور نوازش (فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۲ء)، ۲۱۔

۴۔ دیویندر اسر، نئی صدی اور ادب (دہلی: پبلشرز اینڈ ایڈورٹائزرز، ۲۰۰۰ء)، ۱۱۰۔

۵۔ ٹیری ایگلٹن، ''موت، بدی اور عدم وجود''، مترجمہ: محمد داؤد راحت، مشمولہ: انگارے (مرتبین: سید عامر سہیل، عبدالعزیز ملک، محمد داؤد راحت) (ملتان: جنوری تا جون ۲۰۱۶ء)، ۱۸۲۔

۶۔ ناصر عباس نیر، ''ٹیری ایگلٹن اور مارکسی تنقیدی تھیوری''، مشمولہ: مارکسیت اور ادبی تنقید، مترجمہ: ڈاکٹر رغبت شمیم ملک (لاہور: کتاب محل، ۲۰۱۷ء)، ۱۳۲۔

۷۔ سید سجاد ظہیر، مارکسی فلسفہ (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۷ء)، ۳۸۔

۸۔ محمد حسن، مشرق و مغرب میں تنقیدی تصورات کی تاریخ (لاہور: بک ٹائم، ۲۰۱۸ء)، ۲۴۱۔

۹۔ احمد سہیل، ''ٹیری ایگلٹن: نئی تنقید کا صورت گر''، مشمولہ: مارکسیت اور ادبی تنقید، مترجمہ: ڈاکٹر رغبت شمیم ملک (لاہور: کتاب محل، ۲۰۱۷ء)، ۱۲۶-۱۲۷۔

۱۰۔ ٹیری ایگلٹن، مارکسی اور ادبی تنقید، تحقیق و ترجمہ: خالد محمود خان (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۲۲ء)، ۱۱۴۔ ۱۱۵۔

۱۱۔ ٹیری ایگلٹن، ''تھیوری کا عروج و زوال''، مترجمہ: محمد داؤد راحت، مشمولہ: انگارے (مرتبین: سید عامر سہیل، عبدالعزیز ملک، محمد داؤد راحت) (ملتان: جنوری تا جون ۲۰۱۶ء)، ۳۸۔

۱۲۔ ٹیری ایگلٹن، ''ادبی تھیوری: ایک تعارف''، مترجمہ: منور آکاش (لاہور: عکس پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء)، ۱۸۶۔

۱۳۔ ایضاً، ۲۵۳۔

۱۴۔ ایضاً، ۲۶۳۔

۱۵۔ ایضاً، ۲۷۲۔

۱۶۔ ایضاً، ۲۷۸۔

۱۷۔ خالد محمود خان، ''ادب اور سماج''، مشمولہ: مارکسی اور ادبی تنقید، تحقیق و ترجمہ: خالد محمود خان (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۲۲ء)، ۱۷۔

18. Mischael Payne and John Schad *(Ed.)*, *Life After Theory* (London, New York: Continuum, 2003), 181.